ایصالِ ثواب بالقرآن

قرآن مجید کی تلاوت کا ایصالِ ثواب برحق ہونے
کے ثبوت پر ایک تحقیقی مقالہ

تحریر

مولانا محمد اطہر صاحب کریم نگری زید مجدہ

تصحیح و ترتیب

مولانا محمد عبدالقوی

ناشر: ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

ایصالِ ثواب بالقرآن

قرآن مجید کی تلاوت کا ایصالِ ثواب برحق ہونے
کے ثبوت پر ایک تحقیقی مقالہ

تحریر

مولانا محمد اطہر صاحب کریم نگری زید مجدہ

تصحیح و ترتیب

مولانا محمد عبدالقوی
(ناظم ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد)

ناشر: ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

تفصیلاتِ طباعت

نام کتاب : ایصالِ ثواب بالقرآن

تحریر : مولانا محمد اطہر صاحب کریم نگری

تصحیح وترتیب : مولانا محمد عبدالقوی

صفحات : 40

قیمت : -/20 روپئے

کمپوزنگ : عزیز گرافکس، عیدی بازار، حیدرآباد 9030735447

ناشر : برکات بکڈپو، ادارہ اشرف العلوم خواجہ باغ سعید آباد حیدرآباد

ملنے کے پتے

- مکتبہ فیض ابرار متصل مسجدِ اکبری اکبرباغ، حیدرآباد (اے پی) 040-65709414
- دکن ٹریڈرز، نزد مغل پورہ پانی کی ٹنکی، حیدرآباد (اے پی) 040-66710230
- ہندوستان پیپر ایمپوریم، نزد ہوٹل شہران، حیدرآباد (اے پی) 9246543507
- مکتبہ کلیمیہ یوسفین چوراستہ، نام پلی، حیدرآباد (اے پی) 9885655591
- محمود بکڈپو، ہنس روڈ، بنگلور۔۱ (کرناٹک) 9845176837
- اسلامک ویژن آفس۔۸۴ آرم اسٹرانگ روڈ بنگلور (کرناٹک) 080-25364530
- قاسمی کتب خانہ، صفا کامپلکس، سداشوانگر، ٹمکور (کرناٹک) 9886252547
- مدرسہ خیرالمدارس، چودھری نگر، لاتور (مہاراشٹرا) 9421956690

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ
(ناظم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد)

اصل اجر وثواب تو ہر انسان کو اس عمل کا ملتا ہے جس کو وہ خود انجام دے، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا کرم خاص اور اپنے بندوں کے ساتھ رحم ودرگذر ہے کہ ایک شخص کی دعا دوسرے کے حق میں اور ایک شخص کا عمل دوسرے کے لیے مقبول اور لائق اجر ہو جاتا ہے، اس میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ ایک شخص کی دعا دوسرے کو کام آتی ہے، اس پر بھی اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ ایک شخص کی مالی عبادت کا ثواب دوسرے کو ایصال کیا جاسکتا ہے، بدنی عبادات میں حج وعمرہ کی بابت بھی اتفاق ہے کہ اس کے ذریعے ایصال ثواب درست ہے، خالص بدنی عبادات مثلاً تلاوتِ قرآن اور نماز، روزہ وغیرہ کے ذریعہ گو امام شافعیؒ کے نزدیک ایصال ثواب درست نہیں، لیکن چونکہ اس پر بکثرت احادیث منقول ہیں، اس لیے جمہور فقہاء ومحدثین کے نزدیک خالص بدنی عبادات کے ذریعے بھی ایصال ثواب درست ہے، اور فقہاءِ شوافع میں بھی متاخرین اور محقق اہل علم نے جمہور ہی کے نقطۂ نظر کو اختیار کیا ہے، خود ہندوستان میں جماعت غیر مقلدین کے وہ علماء جو اس گروہ کے سرخیل کہے جاسکتے ہیں، انہوں نے بھی اعمال بدنیہ سے ایصال ثواب کے ثبوت کو تسلیم کیا ہے، جن میں نواب صدیق حسن خانؒ اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

ایصال ثواب کے مسئلہ میں فی زمانہ عجیب افراط وتفریط کی کیفیت ہے، کچھ لوگ سرے سے ایصال ثواب کے قائل ہی نہیں، اور ایک ایسی حقیقت کے منکر ہیں جو متعدد مقبول احادیث سے ثابت

ہے، دوسری طرف کچھ لوگوں نے ایصالِ ثواب کو آیات اللہ کی خرید وفروخت کا ذریعہ بنالیا ہے، اور اس کی باضابطہ تجارت کی جاتی ہے، پیسے لے کر اور دعوتوں کی شرط پر قرآن پڑھا جاتا ہے، اور اس کو ایصالِ ثواب کا نام دیا جاتا ہے، حالانکہ ایصالِ ثواب، "ثواب پہنچانے" کا نام ہے، اور کوئی عمل اسی وقت باعثِ اجر وثواب بنتا ہے، جب وہ اخلاص پر مبنی ہو، نہ کہ طمع وحرص پر، جب قرآن مادّی معاوضہ کے بدلے پڑھا جائے، تو وہ خود کارِ ثواب نہیں، اور جو خود کارِ ثواب نہیں، وہ کیوں کر دوسروں کے لیے نافع بن سکتا ہے؟

علماءِ حق نے ہمیشہ اس افراط وتفریط سے اپنا دامن بچایا ہے، اور عدل واعتدال کی راہ اختیار کی ہے، اور وہ یہ ہے کہ دعا عباداتِ مالیہ اور عباداتِ بدنیہ تینوں طریقوں پر ایصالِ ثواب ثابت ہے، بشرطیکہ ان افعال کو احکامِ شریعت کے مطابق انجام دیا جائے، اور کتاب اللہ کی خرید وفروخت نہ کی جانے لگے —— محبی فی اللہ مولانا محمد اطہر صاحب جو ایک قدیم مؤقر اور مستند دینی درسگاہ دارالعلوم اشرفیہ راندیر (گجرات) کے فاضل ہیں، اور نظام آباد میں دین اور علم کی خدمت میں مشغول ہیں —— نے اس اہم موضوع پر قلم اٹھایا ہے، اور اس مسئلہ کے سلسلے میں جو افراط وتفریط پائی جاتی ہے، اس کا رد کیا ہے، خاص طور پر اس زمانے کے غیر مقلد حضرات اس تحریر کے مخاطب ہیں، امید ہے کہ عزیز موصوف کی یہ تحریر اس سلسلے میں شکوک وشبہات کے کانٹے نکالنے میں مؤثر اور مفید ثابت ہوگی، اور عوام وخواص دونوں کو اس سے نفع پہنچے گا، بحمد اللہ اس رسالہ میں زیرِ بحث مسئلہ سے متعلق خاصا مواد جمع ہوگیا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحبِ تحریر سے بیش از بیش علم اور دین کی خدمت لیں، اور ان کا قلم کبھی تعب وتھکن سے آشنا نہ ہو، وباللہ التوفیق وھو المستعان۔

خالد سیف اللہ رحمانی

تقریظ

استاذ الاساتذۃ حضرت مولانا عطاء الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ
(سابق امام وخطیب جامع مسجد نظام آباد)

میں نے اس مضمون کو از اول تا آخر ملاحظہ کیا ہے یہ مضمون اس ضرورت کی خاطر تالیف کیا گیا ہے کہ ایصال ثواب کے مسئلے میں تشویش ختم ہو کر اطمینان وتسلی مستند حوالہ جات کے ذریعہ حاصل ہو جائے، اگر منکرین ایصال ثواب بالقرآن الکریم یا مانعین کو اس میں کچھ بھلائی اور خیر محسوس ہو تو "خذ ما صفا ودع ما کدر" پر عمل کرنا چاہیے، البتہ زندہ موجود لوگوں کو ایصال ثواب کرنے والوں کے بھروسے پر ترکِ عمل ہرگز ہرگز نہ کرنا چاہیے، کیونکہ ترکِ فرض سے جو خسارہ ہوگا اس کی تلافی محال ہے، نوافل وسنن کی کمی یا مکروہات وصغائر کی معافی کے لیے ایصال ثواب کا انتظار علیحدہ بات ہے، مگر اپنی اصلی آخرت کی کھیتی کو اس لیے خالی چھوڑ دینا کہ شاید لوگ بعد میں بیج ڈال دینگے یا کچھ بھیک ڈال دینگے بہت بڑی نادانی ہے، یہ کتاب اپنے مرحومین کے لیے ایصال ثواب کا صحیح راستہ بتانے کے لیے ہے (ایصال ثواب کے بھروسہ پر خود کو عمل سے غافل کرنے کے لیے نہیں) کیونکہ طریقہ صحیح نہ ہوگا تو ہر دو کو اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا لہٰذا اس میں سعی رائیگاں نہ ہو جائے۔ امید ہے کہ اس کو انتہائی متانت وسنجیدگی سے مطالعہ کیا جائیگا اور جو غلطی محسوس ہو اس کی اطلاع مؤلف کو فرمادیں تاکہ بعد غور وتحقیق تصحیح ومراجعت کرلی جائے۔

فقط والسلام علی من اتبع الھدیٰ

عطاء الرحمٰن

تقریظ

حضرت مولانا سید ولی اللہ صاحب قاسمی دامت فیوضہم

(ناظم مدرسہ مظہر العلوم نظام آباد)

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم............اما بعد

موجودہ دور میں بعض گوشوں سے چند ایسے مسائل کو بہت شد و مد کے ساتھ اٹھایا جا رہا ہے جن کا وجود خیر القرون اور اس کے بعد کے زمانوں میں نہیں ملتا ہے، جبکہ ہر زمانہ میں علماء اسلام نے صحیح صحیح مسائل امت کے سامنے پیش کر دیئے ہیں، ان نئے مسائل میں ایک مسئلہ ایصالِ ثواب بالقرآن کا ہے، آج کل یہ کہا جا رہا ہے کہ ایصالِ ثواب کوئی چیز نہیں ہے، اور بعض لوگ ایصالِ ثواب کے تو قائل ہیں مگر تلاوتِ قرآن کے ذریعے ایصالِ ثواب کا انکار کرتے ہیں، فاضل عالمِ دین جناب مولانا اطہر صاحب زید مجدھم جنہیں اللہ نے علمی قابلیت اور صلاحیت کے ساتھ صالحیت کا وافر حصہ عنایت فرمایا ہے قرآن وحدیث اور صحابہ وتابعین کے اقوال کی روشنی میں بڑے دلنشیں اور مؤثر انداز میں اس مسئلے کا ثبوت پیش کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات سے امیدِ قوی بلکہ یقینِ کامل ہے کہ اس سے عام مسلمانوں کو نفع ہوگا، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کو عام مسلمانوں اور خود مصنف کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

سید ولی اللہ قاسمی

ایصالِ ثواب کا عقیدہ برحق اور اجماعی ہے

حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم
(ناظم ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد)

اسلامی عقائد میں ایک اہم عقیدہ "ایصالِ ثواب" کا بھی ہے، معتزلہ اس کے سرے سے منکر ہیں، اہل السنۃ والجماعۃ اس کو جائز اور درست قرار دیتے ہیں کہ کسی مسلمان کے انتقال کے بعد اس کے عزیز واقرباء یا کوئی بھی مسلم اپنی سعی وعمل کا ثواب اس کو بخش دینا چاہے تو بخش دے۔

امام ابوجعفر طحاویؒ اس سلسلہ میں اپنی شہرۂ آفاق کتاب "العقیدۃ الطحاوی" میں اہل اسلام کا عقیدہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وفی دعاء الاحیاء وصدقتهم منفعة للاموات. (ص:۱۳۴)

زندہ لوگوں کی دعاؤں اور ان کے صدقات کا نفع مردوں کو پہونچتا ہے۔

اس کی تشریح میں حکیم الاسلامؒ فرماتے ہیں:

اتفق اهل السنة علی ان الاموات ینتفعون من سعی الاحیاء بطریق عدیدة. (ایضاً علی الہامش)

اہل سنت والجماعت کا اس پر اجماع ہے کہ مردوں کو متعدد طریقوں سے زندوں کی سعی وعمل کا نفع پہونچ سکتا ہے۔

امام نووی شافعی رحمہ اللہ نے مقدمہ صحیح مسلم کی شرح میں ایک مسئلے کی تشریح کرتے ہوئے ضمناً اس عقیدہ پر بھی روشنی ڈالی ہے:

اما قوله "لیس فی الصدقة اختلاف" فمعناه ان هذا الحدیث لا یحتج به

امام مسلم کا یہ فرمانا کہ صدقہ کے مفید للمیت ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، تو اس کے معنی یہ

ولكن من اراد بر والديه فليتصدق عنهما، فان الصدقة تصل الى الميت وينتفع بها بلا خلاف بين المسلمين، هذا هو الصواب واما ما حكاه اقضى القضاة ابوالحسن ماوردی البصری الفقيه الشافعی فی کتابه "الحاوی" عن بعض اصحاب الكلام من ان الميت لا يلحقه بعد موته ثواب فهو مذهب باطل قطعاً وخطأ بين مخالف لنصوص الكتاب والسنة واجماع الامة فلا التفات اليه ولا تعريج عليه.

(مسلم بشرح النووی ۱/۸۰)

ہیں کہ اگرچہ اس حدیث سے اس پر استدلال صحیح نہیں ہے لیکن یہ مسئلہ اپنی جگہ تمام مسلمانوں کے نزدیک مسلم ہے کہ اگر کوئی والدین سے مرنے کے بعد حسن سلوک کرنا چاہے تو اس کو چاہیے کہ وہ صدقہ خیرات کرے، اس لیے کہ صدقہ کا ثواب میت کو پہونچتا ہے اور وہ اس سے منتفع ہوتا ہے، یہ بالکل صحیح بات ہے، اور وہ جو قاضی ابوالحسن ماوردی نے اپنی کتاب الحاوی میں بعض اہل کلام سے نقل کیا ہے کہ میت کو اس کی موت کے بعد کوئی ثواب نہیں پہونچ سکتا تو ان کا یہ قول قطعی طور پر باطل اور بالکل واضح غلطی ہے، نیز کتاب وسنت کے نصوص اور اجماع امت کے بالکل خلاف ہے، اس لیے ناقابل التفات وتوجہ ہے۔

امام قرطبیؒ نے بھی اپنی تفسیر میں آیت شریفہ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلاً کے تحت "المسئلة السابعة" میں حج بدل کے احکام بیان کرتے ہوئے اس عقیدہ پر اجماع کا ذکر کیا ہے:

ففی هذا ما يدل على انه من باب التطوعات وايصال البر والخيرات للاموات، الا ترى انه قد شبه فعل الحج بالدين، وبالاجماع لو مات ميت وعليه دين لم يجب على وليه

اس حدیث میں —— کہ آپؐ نے سائل سے فرمایا: اگر تمہارے مرحوم والد پر قرض ہوتا اور تم ادا کرتے تو کیا ادا نہ ہوتا؟ —— اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عمل نفل کاموں کے ایصال ثواب کے باب سے ہے، دیکھئے آپ نے حج کے

قضاءه من ماله، فان تطوع بذلک تأوی الدین عنه . (قرطبی:۴/۱۱۷)

عمل کو قرض سے تشبیہ دی (اور فرمایا کہ جس طرح میت کی طرف سے اس کا قرض ادا کرنے سے ادا ہو جاتا ہے، اسی طرح اس کی جانب سے حج کیا جائے تو وہ بھی ادا ہو جائے گا) جب کہ اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ وہ مقروض میت کے اولیاء پر لازم نہیں ہے کہ اپنے مال سے اس کا قرض ادا کر دیں، (پھر بھی) اگر کسی نے ادا کر دیا تو ادا ہو جاتا ہے۔

امام علی ابن ابی العز دمشقی فرماتے ہیں:

اتفق اهل السنة ان الاموات ينتفعون من سعی الاحياء بامرين ، احدهما : ما تسبب اليه الميت فی حياته والثانی : دعاء المسلمين لهم واستغفارهم له، والصدقة ، والحج ...... وذهب بعض اهل البدع من اهل الكلام الی عدم وصول شيئ البتة لا الدعا ولا غيره فقولهم مردود بالكتاب والسنة.

(شرح العقیدۃ الطحاویہ ص:۳۶۹)

اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مردے زندوں کے عمل سے دو طرح منتفع ہو سکتے ہیں، ایک ان ذرائع سے جن کے اسباب انہوں نے خود اپنی زندگی میں بنائے ہوں، دوسرے مسلمانوں کی اپنی طرف سے کی جانے والی دعا، استغفار، صدقہ خیرات اور حج وغیرہ کے ذریعہ ......(اس سلسلہ میں جزئی اختلاف کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں) اور بعض بدعتی لوگ کہتے ہیں کہ کسی قسم کا انتفاع زندوں سے مردوں کو نہیں ہو سکتا، نہ دعا سے نہ کسی اور عمل سے تو ایسے لوگوں کا قول کتاب وسنت کی روشنی میں مردود اور نا قابل قبول ہے۔

آگے فرماتے ہیں کہ) پہلی صورت یعنی اپنی زندگی میں اپنی سعی سے اختیار کردہ ذرائع ثواب

سے مرنے کے بعد فائدہ اٹھا سکتا تو اس کے ثبوت میں وہ روایت کافی ہے جو امام مسلم اور دیگر محدثین نے اپنی سند سے نقل فرمائی ہے:

اذا مات ابن آدم انقطع عمله الا من ثلاث صدقة جارية، او ولد صالح يدعو له، او علم ينتفع به بعده. (مسلم، کتاب الوصیۃ/ ابوداؤد، ترمذی وغیرہ)

آدمی جب مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے سوائے تین اعمال کے (۱) صدقہ جاریہ (۲) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے اور (۳) اس کا وہ علم جس سے لوگ اس کے مرنے کے بعد بھی مستفید ہوتے رہیں۔

اور دوسری صورت یعنی ان اعمال کے ذریعہ بھی میت کو ثواب پہونچ سکتا جو محض دوسروں کا عمل ہے تو اس کا ثبوت بھی کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ، اجماعِ امت اور قیاسِ صحیح ہر چہار اصول دین میں موجود ہے، (اس کے بعد انہوں نے متعدد دلائل نقل کئے ہیں، یہاں ان میں سے صرف ایک ایک مثال نقل کی جارہی ہے۔)

کتاب اللہ سے ثبوت یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

- والذين جاء وا من بعده يقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان. (الحشر:۱۰)

جو لوگ یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری مغفرت فرما اور ان لوگوں کی بھی مغفرت فرما جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گذر چکے ہیں۔

حق تعالیٰ نے اس میں مردہ مسلمانوں کے لیے زندوں کی دعا کی تعریف فرمائی ہے، اگر ان کا یہ عمل مقبول ومعتبر نہ ہوتا تو قرآن کریم میں اس کی تعریف کئے جانے کے کیا معنیٰ؟

سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت کے لیے اس حدیث کو ملاحظہ کر لیجئے جیسے امام ابوداؤد نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت عثمان غنیؓ سے روایت کیا ہے:

- كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا فرغ من دفن الميت وقف عليه فقال:

جب نبی کریم ﷺ کسی میت کی تدفین سے فارغ ہوجاتے تو ہاں تھوڑی دیر ٹھہرتے اور

استغفروا لاخیکم، واسألو له التثبیت، فانه الأن یسأل.

(ابوداؤد، کتاب الجنائز، سند صحیح)

فرماتے: اپنے مسلمان بھائی کے لیے مغفرت کی دعا کرو اور اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے استقامت طلب کرو، کیونکہ یہ وقت اس کے سوال و جواب کا وقت ہے۔

• اجماعِ امت کا ثبوت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ سے لے کر آج تک امت بلا اختلاف مردوں پر نمازِ جنازہ پڑھتی اور دعائے مغفرت کرتی آ رہی ہے، یہ میت کا اپنا عمل نہیں ہے غیر کا ہے، مگر اس کو غیر کے اس عمل سے نفع ہوتا ہے کسی کو اس سے عملی اختلاف نہیں ہے۔

• قیاسِ صحیح اور عقلِ کامل بھی اسی کی تائید کرتی ہے، کیونکہ نفل اعمال کا ثواب بندہ کا اپنا حق ہے، اگر وہ کسی اور کو ہدیہ کر دینا چاہتا ہے تو اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے، جیسا کہ کوئی آدمی اپنا مال کسی اور کو ہبہ کر دینا چاہے تو کر سکتا ہے اس میں کوئی مانع نہیں، یا جیسا کہ اگر کوئی زندہ مردہ کا قرض ادا کر دے تو اس کی جانب سے ادا ہو جاتا ہے اس میں کوئی اشکال نہیں ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص ثواب کا کام کرے اور اس کا ثواب کسی مرحوم کو بخش دے تو اس کو پہونچنے میں عقلاً کوئی تردّد نہیں ہو سکتا۔ واللہ اعلم (انتھٰی کلامہ)

بہر حال! یہ تو نفس ایصالِ ثواب کا ثبوت تھا کہ زندوں کے عمل کا مردوں کو ایصالِ ثواب کرنا باجماعِ امت ثابت و جائز ہے، خواہ میت نے زندگی میں اپنی طرف سے ان کے اسباب کئے ہوں یا نہ کئے ہوں، بس مسلمان اپنی جانب سے پہونچا رہے ہوں، دونوں صورتیں صحیح ہیں، اس کے برخلاف جو لوگ ایصالِ ثواب کو لغو عمل اور میت کے لیے غیر نافع کام سمجھتے ہیں وہ اجماعِ امت کے مخالف، بدعتی اور اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہیں۔ البتہ اہل السنۃ والجماعۃ کے ائمہ میں "ایصالِ ثواب" کے برحق ہونے پر اتفاق کے باوجود اس کی صورت و نوعیت میں کچھ اختلاف موجود ہے کہ بعض علماء کے ہاں وہ چند عبادات کے ساتھ خاص ہے اور بعض کے ہاں عام! امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اس کو بعض اعمال کے ساتھ خاص کرتے ہیں، امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام احمدؒ اور جمہور سلف تمام اعمالِ صالحہ نافلہ کے ذریعہ ایصالِ ثواب کو جائز سمجھتے ہیں۔

امام ابی العز دمشقی فرماتے ہیں:

واختلف فی العبادات البدنية كالصوم والصلوة وقراءة القرآن والذكر، فذهب ابو حنيفة واحمد وجمهور السلف الى وصولها، والمشهور من مذهب الشافعی ومالک عدم وصولها.

عبادات بدنیہ مثلاً روزہ، نماز، تلاوتِ قرآن اورذکر اللہ سے ایصالِ ثواب کرنے کے سلسلہ میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ، امام احمدؒ اور جمہور علماءِ سلفؒ کے نزدیک ان اعمال کا ثواب میت کو پہونچتا ہے اور امام مالک وشافعیؒ کے نزدیک مشہور قول کے مطابق نہیں پہونچتا ہے۔

(شرح العقیدۃ الطحاویہ ص:۳۶۹)

''مشہور قول کے مطابق'' اس لیے کہا کہ بعد میں محقق علماءِ شافعیہ نے بھی وصول وجواز کا قول اختیار کرتے ہوئے جمہور ہی کی تائید کی ہے، آگے اصل رسالہ میں آپ اس کی تفصیل ملاحظہ کرینگے۔

جمہور کے مسلک کی تائید وتوثیق کے لیے درج ذیل روایات پیش کی جاسکتی ہیں:

- امام مسلم نے حضرت بریدہ سے نقل کیا ہے کہ:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اخرجوا الى المقابر ان يقولوا: السلام عليكم اهل الديار من المؤمنين والمسلمين، وانا انشاء الله بكم لاحقون، نسئل الله لنا ولكم العافية. (مسلم)

رسول اللہ ﷺ صحابۂ کرام کو تعلیم فرماتے تھے کہ جب تم لوگ قبرستان جایا کرو تو مردوں سے اس طرح مخاطب ہوا کرو، اے مسلمانو! تم پر اللہ کی سلامتی ہو، ہم بھی تمہارے پاس آنے والے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے عافیت کی دعا کرتے ہیں۔

یہ اور اس قبیل کی تمام قولی وعملی روایات جو مختلف الفاظ وانداز میں منقول ہیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ زندوں کی جانب سے مردوں کے لیے دعا واستغفار کا فائدہ مردوں کو حاصل ہوتا ہے۔

- بخاری ومسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے:

أن رجلا اتى النبى صلى الله عليه وسلم فقال ، يا رسول الله! ان امى افتلتت نفسها ، ولم يوص ، واظنها لو تكلمت تصدقت ، افلها اجر ان تصدقت عنها؟ ، قال نعم!
(بخاری، کتاب الجنائز)

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آ کر سوال کیا کہ میری ماں کا اچانک انتقال ہو گیا، کچھ کہہ نہیں پائیں، میرا خیال ہے کہ اگر وہ کچھ کہہ پاتیں تو شاید کچھ صدقہ ضرور کرواتیں، اب اگر میں خود ہی اپنی طرف سے ان کے لیے کچھ صدقہ کروں تو ان کو ثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا، ہاں!

یہ اور بخاری ہی میں مروی حضرت سعد بن عبادہ کے اسی طرح کے واقعے سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ میت کو زندوں کے صدقات وخیرات کا اجروثواب پہونچتا ہے۔

- بخاری ومسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من مات وعليه صيام صام عنه وليُّه .
(بخاری، کتاب الصوم)

کسی شخص کا انتقال ہو گیا اور اس کے ذمہ روزے رہ گئے ہوں تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزہ رکھ لے۔

یہ اور اس قسم کی دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بدنی عبادات کا ثواب بھی میت کو پہونچ سکتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ میت کے قضا روزے اس کا ولی روزوں کی شکل ہی میں ادا کر سکتا ہے یا اس کا فدیہ ادا کر کے اس کو سبکدوش کر سکتا ہے اس میں اختلاف ہے۔ امام اعظمؒ کے نزدیک حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں مروی ممانعت کی وجہ سے روزہ کا فدیہ ادا کرنا زیادہ صحیح ہے۔

- صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے:

ان امرأة من جهينة جاءت الى النبى صلى الله عليه وسلم فقالت : ان امى نذرت ان تحج فلم تحج حتى ماتت، افاحج عنها؟ قال حجى عنها ، ارأيت

ایک خاتون نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میری والدہ نے حج کی نذر مانی تھی، مگر اس کو پورا کرنے سے قبل ہی انتقال کر گئیں، کیا میں ان کی جانب

لو کان علی امک دین اکنت قاضیته؟ اقضوا اللہ فاللہ احق بالوفاء. (بخاری، کتاب الحج)

سے حج کرلوں؟ فرمایا: کرلو، دیکھو! اگر اس پر قرض ہوتا تو تم ادا نہ کرتیں؟ پس اللہ کا حق بھی ادا کردو، کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس سے وفا کی جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حج کے ذریعہ بھی میت کو نفع پہونچایا جاسکتا ہے۔ یاد رہے کہ حج بھی اصلاً بدنی عبادت ہے، اگرچہ مال اس کا ذریعہ ہے مگر سب کے لیے ضروری نہیں، حرم شریف کے رہنے والے بغیر کسی مالی صرفے کے محض مناسکِ حج ادا کرتے ہیں اور ان کا حج سب کے نزدیک معتبر ہے۔ معلوم ہوا کہ حج اصلاً بدنی عبادت ہے۔

- امام احمد نے جابر بن عبداللہؓ سے بہ سند حسن روایت کیا ہے:

''ایک شخص کا انتقال ہوا تو ہم لوگوں نے ان کا جنازہ تیار کرکے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے، اور عرض کیا کہ نمازِ جنازہ پڑھا دیجئے، آپ چند قدم چلے پھر رک کے پوچھا کہ میت مقروض تو نہیں؟ عرض کیا گیا کہ اس پر دو دینار کا قرضہ ہے، یہ سن کر آپ لوٹ گئے، یہ دیکھ کر حضرت ابوقتادہؓ نے عرض کیا: اس کی ادائیگی میری ذمہ داری ہے، ادائیگی کا اطمینان کر کے آپ نے نمازِ جنازہ پڑھادی، اگلے دن آپ ﷺ نے ان دیناروں کی ادائیگی کے بارے میں پھر دریافت فرمایا، جب حضرت قتادہ نے عرض کیا کہ وہ دینار ادا کردئے گئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الأن بردّت علیه جلده. (مسند احمد ۳/۴۰۵)

اب تم نے اس کی روح کو پُرسکون کردیا۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ اولاد اور رشتہ تو کیا؟ کوئی اجنبی شخص بھی از راہِ خیر خواہی میت کا قرض ادا کردے یا اور کوئی نفع اس کو پہونچانا چاہے تو شریعت میں گنجائش ہے اور اس کا یہ اہداء وایصالِ ثواب معتبر ہے۔

- امام احمد، امام ابوداؤد اور امام ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے:

فلما انصرف (من المصلّی) اتی بکبش فذبحه فقال، بسم اللہ واللہ

عیدگاہ سے واپسی کے بعد آپ نے ایک مینڈھا بسم اللہ واللہ اکبر کہہ کر ذبح فرمایا،

اکبر ، اللّٰھم ھٰذا عنی وعمن لم یضح من امتی. (احمد۳/۱۴۳) اور کہا اے اللہ! یہ قربانی میری جانب سے ہے اور میری امت کے ان تمام افراد کی جانب سے ہے جو قربانی نہیں دے سکے۔

- ان کے علاوہ اور بھی متعدد روایات کتبِ حدیث میں موجود ہیں مثلاً سعد بن عبادہ کو آپؐ نے ان کی بہن کی طرف سے پانی کی سبیل لگانے کا مشورہ دیا، حضرت عائشہؓ نے اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن کی طرف سے اعتکاف کیا اور غلام آزاد کیا، حضرت علیؓ نے ایک بوڑھے شخص کو ہدایت دی کہ وہ حج کو نہیں جاسکتا ہے تو کسی اور کو اپنی جانب سے بھیج دے۔ (دیکھئے: قرطبی ۱/۱۱۵) حضرت عمرو بن عاص کے دریافت کرنے پر کہ ان کے والد عاص نے سو غلام آزاد کرنے کی نذر مانی تھی مگر پوری نہ کرسکے، مرنے کے بعد میرے بھائی ہشام نے اپنے حصے کے پچاس غلام آزاد قربانی کردئے، کیا میں بھی اپنے حصے کے غلام آزاد کردوں؟ آپ نے فرمایا: اگر تمہارے والد نے توحید کا اقرار کرلیا تھا تو اس کا نفع پہونچے گا، خواہ غلام آزاد کرو، یا ان کی طرف سے صدقہ کرو، یا حج کرو۔ (سب کا ثواب پہونچے گا) (ابوداؤد، باب ماجاء فی وصیۃ الحربی، مسند احمد) اس ایصالِ ثواب کے مفید ہونے کے لیے مومن ہونا ضروری ہے۔

- امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا مات احدکم فلا تحبسوہ واسرعوا بہ الی قبرہ ولیقرأ عند رأسہ فاتحۃ البقرۃ وعند رجلیھا خاتمۃ البقرۃ. (شعب الایمان ۲/۱۲۳۰) میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میں سے کسی کا انتقال ہوجائے تو اسے روکے مت رکھو، جلدی سے اس کی قبر میں پہونچادو، اور چاہیے کہ (تدفین کے بعد) اس کے سرہانے سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات اور پائنتی اس کی آخری آیات پڑھ دی جائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی تلاوت کا ایصالِ ثواب بھی دیگر عباداتِ نافلہ کی طرح بالکل درست ہے اور اس سے میت کو نفع ہوتا ہے، عصر حاضر کے عظیم محقق ومفسر اور فقیہ ومدبر علامہ

ڈاکٹر وہبہ زحیلی اپنی تفسیر "التفسیر المنیر" میں رقمطراز ہیں:

والمعتمد فی المذاهب الاربعة ان ثواب القراءة يصل الى الاموات ، لانه هبة ودعاء بالقرآن الذی تتنزل الرحمات عند تلاوته، وقد ثبت فی السنة النبوية وصول الدعاء والصدقة للميت ، وذالک مجمع عليه .

(التفسیر المنیر ۱۴/۱۴۰)

ائمہ اربعہ کے نزدیک جوبات معتبر و محقق ہے وہ یہ کہ قراءتِ قرآن کا ثواب بھی میت کو پہونچتا ہے، کیونکہ وہ ہدیہ اور دعا ہے اس قرآن کا جس کی تلاوت کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اترتی ہیں، جب کہ میت کی طرف سے کئے گئے صدقہ اور اس کے لیے کی گئی دعا کا پہونچنا سنتِ نبویہ سے ثابت ہے اور اس پر امت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

مذکورہ بالا تمام روایات سے یہ باتیں اچھی طرح واضح ہوگئیں کہ:

۱) ایصالِ ثواب برحق ہے، سلف سے خلف تک اس کی حقیّت پر سب کا اجماع ہے۔

۲) ایصالِ ثواب تمام عباداتِ قولیہ، مالیہ اور بدنیہ کا ہوسکتا ہے۔

۳) زندوں کی اس سعی وسفارش اور اہداء وایصال کا نفع میت کو حاصل ہوتا ہے۔

رہ گیا وہ اشتباہ جو وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى سے معتزلہ یا ان کے ہم نوا طبقے کو ہوگیا ہے کہ انسان کو اپنی سعی (عمل) کے علاوہ کسی چیز کا نفع نہیں ہوسکتا تو اس شبہ کا باطل ہونا اظہر من الشمس ہے، تفصیل تو حدیث کے شارحین اور متکلمین کی کتب میں دیکھی جاسکتی ہے، ہم امام قرطبیؒ جیسے عظیم مفسر کی اسی آیت کے تحت کی گئی ایک وضاحت پیش کردینے کو عوام الناس کے لیے کافی سمجھتے ہیں، صاحبِ سمجھ وانصاف کے لیے یہی کافی ہے۔

وقال الربيع بن انس (وان ليس للانسان الا ما سعى) يعنى الكافر، واما المؤمن فله ما سعى وما سعى له غيره قلت كثير من الاحاديث يدل

ربیع ابن انس آیتِ شریفہ میں انسان سے کافر کو مراد لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مومن کو تو اس کی اپنی سعی بھی نفع دے گی اور غیر کی سعی بھی۔ میں کہتا ہوں کہ ربیع ابن انس کے اس قول کی

علٰی هٰذا القول ، وان المؤمن ليصل اليه ثواب العمل الصالح من غيره.

تائید بہت سی احادیثِ شریفہ سے ہوتی ہے کہ مومن کو دوسرے کے عملِ صالح کا ثواب پہونچتا ہے۔

(قرطبی ۱۷/۱۱۴)

اس رسالہ کے مؤلف عزیزم مولوی محمد اطہر صاحب کریم نگری نے آج سے ۸؍سال قبل علاقے میں غیر مقلدین اور دیگر احزاب کی جانب سے عوام میں پھیلائی گئی غلط فہمیوں کے ازالہ کے لیے اس کی تالیف کی تھی، اور معتبر حوالوں سے نفس مسئلہ پر جامع مواد اکھٹا کر کے اور متعدد علماءِ کرام سے توثیق کروا کے اس عاجز کے حوالہ کیا تھا، پھر وہ خانگی احوال کی وجہ سے بیرونِ ملک منتقل ہو گئے، چونکہ ان کی طرف سے کوئی مطالبہ نہ تھا اس لیے مجھے اس رسالے کی طرف زیادہ التفات نہ ہوا، دوسرے کام آتے اور تکمیل پاتے رہے، ادھر چند نوجوانوں نے پھر اس مسئلہ میں احقر کی طرف رجوع کیا اور بعض حضرات نے فون پر بھی اس مسئلے کی حقیقت معلوم کرنی چاہی اور معلوم ہوا کہ ادھورے علم والے لوگ مختلف تنظیمیں بنا کر اپنے جہل سے گویا اعتزال واختلال کا پرچار کر رہے ہیں تو اس مضمون کی اشاعت کا خیال آیا، مطالعہ کے بعد محسوس ہوا کہ مؤلفِ رسالہ کے سامنے اصل موضوع "ایصالِ ثواب بالقرآن الکریم" کا تھا تو انہوں نے اسی کے اثبات پر زیادہ توجہ دی اور نفس ایصالِ ثواب کی حقیّت پر بھی کلام کرنے کی ضرورت نہ سمجھی، اس لیے میں نے اپنے ابتدائی کلمات ذرا مفصل لکھ دیے تا کہ یہ کمی بھی پوری ہو جائے۔

حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ عقائدِ اہل سنت کی وضاحت وحفاظت کے لیے کی گئی یہ سعی مقبول ہو کر عوام الناس کی غلط فہمی کے ازالہ کا سبب بنے۔ آمین

محمد عبد القوی غفرلہٗ

۷؍شعبان المعظم ۳۲ھ یوم الجمعة المبارکة

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

یہ مسئلہ آج کل بعض گوشوں سے بہت شدومد سے اٹھایا جارہا ہے کہ قرآن کریم کے ذریعہ ایصال ثواب ناجائز ہے اور یہ کہ اس کا ثبوت شریعت میں کہیں بھی نہیں ہے، اس لئے یہ سخت گناہ کا کام اور بدعت سیئہ ہے، حالانکہ قرآن کریم اور احادیث شریفہ سے یہ مسئلہ بے غبار طور پر ثابت ہے، خود حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخشنے پر کئی فضیلتیں مروی ہیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ بعض فقہا کو اس سے اختلاف ہے، لیکن اکثر کے ہاں یہ عمل رائج ہے اور ان کے ہاں اس کے واضح دلائل موجود ہیں، اس کے برخلاف قرآن کریم کے ذریعہ ایصال ثواب کا ناجائز ہونا نہ تو قرآن مجید میں مذکور ہے اور نہ حدیث شریف میں۔

پھر کسی ثابت و جائز فعل کے بارے میں اتنا تشدد وتعصب برتنا کہ اسے سخت ترین گناہ سمجھا جانے لگے درحقیقت قرآن کریم اور احادیث سے بے خبری اور ناواقفیت کی علامت ہے، البتہ اس کا جو طریق عوام میں مخصوص اوقات واعمال کی صورت میں رائج ہے ان کے ناجائز کہے جانے پر ہمیں بھی کوئی اعتراض نہیں، لیکن اس کی وجہ سے نفس مسئلہ کا انکار کیسے ممکن ہے؟ خود اہل حدیث کے پیشوا حضرت مولانا نواب صدیق حسن خان بھوپالیؒ اپنی کتاب "فتح الباب" ـــــ جس کی تلخیص "عقیدۃ المومن" کے نام سے کی گئی ہے اس ـــــ میں لکھتے ہیں:

"ہدیہ، دعا، استغفار، تلاوت اور نماز کا اجر میت کو پہونچتا ہے جب کہ یہ سارے کام میت کی طرف سے کئے جائیں، ان کا انکار کرنا شریعت کے مقصد کے خلاف ہے، ہاں سوم، چہلم، ششماہی، برسی کرنا بدعت وضلالت ہے"۔ (عقیدۃ المومن:۱۱۶)

اسی طرح کا فتویٰ ابوالوفا ثناء اللہ امرتسریؒ نے فتاویٰ ثنائیہ میں نقل فرمایا ہے اور ساتھ ساتھ

اپنی ذاتی رائے بھی پیش کی ہے جسے آگے بیان کیا جاوے گا۔اس کے باوجود محض خیالی پلاؤ اور عقلی دلائل سے اس عمل کا انکار جس طرح ایک طبقہ کررہا ہے وہ حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے، عامة المسلمین کی راہنمائی کے لیے اس رسالہ میں قرآن مجید کے ذریعہ ایصال ثواب کے ثبوت پر قرآن وحدیث کی روشنی میں گفتگو کی گئی ہے اور مخالفین کے دلائل کا بھی اچھی طرح جائزہ لیا گیا ہے، جو امید ہے کہ اس موضوع پر کافی وشافی ہوگا۔اللہ پاک اس کاوش کو قبولیت و پذیرائی سے نواز کر نفع عام کا اور میرے والدین سعیدین کے لیے نجات کا ذریعہ بنائے، آمین۔

محمد اطہر کریم نگری

ایصالِ ثواب:

یعنی اپنے کسی کام کا ثواب مردہ کو پہنچانا، یہ عمل اہل سنت والجماعت کے یہاں جائز ہے اور قرآن مجید اور احادیثِ شریفہ سے ثابت ہے، مذہبِ اسلام میں صرف فرقہ معتزلہ اس کا منکر ہے، جبکہ اس فرقے کے علاوہ کوئی بھی اس کا منکر نہیں ہے، معتزلہ کہتے ہیں کہ عبادات کا ثواب سوائے عابد کے کسی اور کو نہیں پہنچتا خواہ عبادتِ مالی ہو یا بدنی، یہ لوگ دلیل میں یہ آیتِ کریمہ پیش کرتے ہیں۔

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى. (الآیۃ) اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا۔

اہل سنت والجماعت میں سے علامہ شامیؒ اور علامہ کمال الدین بن ہمامؒ نے اس کے کئی جوابات دیئے ہیں۔

- پہلا جواب یہ ہے کہ جب تک آپ پڑھ کر غیر کے نام پر ہبہ نہیں کرینگے اس عمل کا ثواب دوسروں تک نہیں پہونچے گا۔
- دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں "لِلْاِنْسَانِ" کا "لام" "علٰی" کے معنٰی میں ہے جیسا کہ قرآن مجید میں "وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ" میں "لام" "علٰی" کے معنٰی میں ہے یعنی عَلَيْهِمُ اللَّعْنَةُ لہٰذا اس صورت میں آیت کے معنٰی یہ ہوں گے کہ "انسان کو کوئی چیز نقصان پہنچانے والی نہیں سوائے اپنے عمل کے" تو نفی نقصان کی ہوئی نہ کہ منفعت کی۔
- تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے بقول ابن عباسؓ اور اس کی ناسخ یہ آیت ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ. (الآیۃ)

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی پیروی کی ان کی اولاد نے، تو ملا دیا ہم نے ان سے ان کی اولاد کو (یعنی اولاد کے اعمال ماں باپ کے اعمال میں شامل کیے گئے)

- چوتھا جواب یہ ہے کہ آیتِ مذکورہ حضرت ابراہیم وموسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کی قوم کے ساتھ خاص ہے۔

● پانچواں جواب یہ ہے کہ اس آیت میں "انسان" سے مراد کافر ہے، ایسی صورت میں مؤمن کے حق میں نفی نہیں، مفسرِ قرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اس آیت کے تحت "معارف القرآن" میں لکھتے ہیں کہ آیت مذکورہ "یعنی (وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی) کا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کے فرائض ایمان، نماز و روزہ کو ادا کرکے دوسرے کو سبکدوش نہیں کرسکتا، پس اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایک شخص کے نفلی عمل کا کوئی فائدہ اور ثواب دوسرے شخص کو نہ پہنچ سکے، کیوں کہ ایک شخص کی دعا اور صدقہ کا ثواب دوسرے شخص کو پہونچنا نصوصِ شرعیہ سے ثابت اور تمام امت کے نزدیک اجتماعی مسئلہ ہے۔ (تفسیر معارف القرآن: ج ۸، ص ۲۱۹: سورۂ نجم)

اور تفسیر شیخ الہند میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کے بارے میں لکھتے ہیں " آدمی جو کچھ کوشش کرکے کماتا ہے وہ ہی اس کا ہے، کسی دوسرے کی نیکیاں لے اڑے یہ نہیں ہوسکتا باقی کوئی خود اپنی خوشی سے اپنے بعض حقوق دوسرے کو ادا کردے اور اللہ اس کو منظور کرلے وہ الگ بات ہے جس کی تفصیل حدیث و فقہ سے معلوم ہوسکتی ہے۔ (فوائد عثمانی: پ ۲۷، ص ۷۰۰)

آیتِ مذکورہ کی یہ توجیہات و تاویلات کوئی یہ نہ سمجھے کہ اپنی بات منانے کے لیے کردی گئی ہیں بلکہ چونکہ آیت کا مفہومِ ظاہری دیگر نصوصِ قطعیہ شرعیہ اور تعاملِ صحابہ سے ٹکرا رہا ہے اس لیے حضراتِ مفسرین نے اس کی یہ تاویل فرمائی ہے اور ایسا کرنا اصولِ تفسیر میں سے ہے، جنہیں ذوق ہو وہ اصولِ تفسیر کا مطالعہ کریں۔

پس مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ منکرینِ ایصالِ ثواب کا آیتِ مذکورہ سے استدلال خود غلط اور امت کے اجماعی عقیدہ کے خلاف ہے اس لئے چنداں قابلِ التفات نہیں ہے۔

ایصالِ ثواب کا ثبوت قرآن کریم سے:

ارشادِ خداوندی ہے: اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا. یعنی مال اور اولاد زندگی کی زینت ہیں اور باقیات الصالحات بہت بہتر ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثواب میں اور یہ بہترین امید ہے۔ (تفسیر شیخ الہند)

اس آیت کے اجمال کی تفصیل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیان فرمائی۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اذا مات الانسان انقطع عمله الا من ثلثة اشياء من صدقة جارية . اوعلم ينتفع به او ولدصالح يدعوله.

(ابوداؤد شریف: ص ۳۹۸، کتاب الوصایا)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب کوئی آدمی مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع اور موقوف ہو جاتا ہے، سوائے تین چیزوں کے کہ ان کا ثواب موت کے بعد بھی ملتا رہتا ہے (۱) خیرات وصدقہ، جس کا فائدہ ہمیشہ جاری رہ سکتا ہے، (۲) فیضان علم جس سے مخلوق کو فائدہ پہنچے، (۳) نیک بخت لڑکا جو باپ کے واسطے دعا کرتا رہے۔

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ "تکملہ فتح الملهم" میں اس حدیث کی تشریح کرتے ہو ئے فرماتے ہیں۔

● انقطع عمله:- یعنی اس کا وہ عمل جس کی وجہ سے وہ اجر کا مستحق سمجھا جاتا ہے اس کی وفات کے بعد وہ عمل اور ثواب بند ہو جاتا ہے لیکن صدقات کا ثواب برابر پہونچتا رہتا ہے۔

● الامن صدقة جارية:- یعنی متصدق (صدقہ یا وقف کرنے والے) نے جو جو چیزیں صدقہ کیں اس کا ثواب ونفع برابر ملتا رہیگا اور صدقۂ جاریہ اکثر وقف کی چیزوں میں ہوتا ہے۔

● اوولد صالح يدعوله:- اس جملہ میں اپنی اولاد کی دینی تربیت کے اہتمام کی طرف لوگوں کو ترغیب دلائی گئی ہے، کیونکہ نیک اولاد ہی سے دعا کی امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے والد یا والدہ کی وفات کے بعد ایصال ثواب اور ان کے بخشش کی دعائیں کریں گے۔ (تکملة فتح الملهم :۲/۱۱۷)

اس حدیث میں ایک قاعدہ کلیہ بیان کیا گیا ہے کہ لڑکا اپنے والدین کی وفات کے بعد جس عبادت کا بھی اہتمام کرے گا اور جو بھی خیر کی دعا کرے گا اس کا ثواب اس کے والدین کو پہونچے گا۔ ولد صالح يدعوله کے عموم میں ہر قسم کی دعا داخل ہے اور ایصال ثواب بھی داخل ہے جیسا کہ اس حدیث کی تشریح میں گذر چکا ہے۔

- نفلی حج کا ثواب پہنچانے کا ثبوت حضرت انسؓ کی "ونحج عنهم وندعو لهم" والی روایت سے ملتا ہے۔
- دعا واستغفار کرنے کا ثبوت قرآن مجید کی کئی ایات اور کئی احادیث سے ملتا ہے۔
- نفلی قربانی کے ذریعہ میت کی روحوں کو ثواب پہنچانے کا ثبوت خود حضور اقدس ﷺ کے فعل "انه ضحی بکبشین املحین والی روایت" سے ملتا ہے۔
- اسی طرح قرآن مجید پڑھکر میت کی روح کو ثواب پہنچانے کا ثبوت درج ذیل روایات سے ملتا ہے۔

قرآن مجید پڑھ کر میت کی روح کو بخشنے کا ثبوت احادیث سے:

- پہلی روایت:

عن عبد الرحمن بن العلاابن اللجلاج عن ابيه قال قال ابی اللجلاج ابو خالد یابنی اذا مت فالحد لی فاذا وضعتنی فی لحدی فقل بسم الله وعلی ملة رسول الله صلی الله عليه وسلم ثم سن علی التراب سنا ثم اقرأعند رأسی بفاتحة البقرة وخاتمتها فانی سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول ذلک رواه الطبرانی فی المعجم الكبير واسنا ده صحيح .

علا بن اللجلاج کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے وصیت کرتے ہوئے کہا کہ جب میں مرجاؤں تو میرے لیے لحد بناؤ اور جس وقت مجھے لحد میں رکھو تو "بسم الله وعلی ملة رسول الله صلی الله عليه وسلم" کہو، اس کے بعد مجھ پر مٹی ڈالدو، بعدازاں میرے سراہنے سورہ بقرہ کا شروع اور آخر پڑھو کیونکہ میں نے رسول اکرمؐ کو ایسا کہتے ہوئے سنا ہے، اس کو طبرانی نے بسندِ صحیح روایت کیا ہے۔

حافظ ہیثمی "مجمع الزوائد" میں اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس روایت کے تمام رجال ثقات ہیں، (اثار السنن، ۸/۲۱۰، مجمع الزوائد: ۳/۴۴، باب مايقوم عنه ادخال ا لميت القبر)

اس روایت کے مضبوط ہونے کی ایک اور دلیل وہ روایت ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے، جسے علامہ بیہقیؒ نے نقل کیا ہے۔

● دوسری روایت:

عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول اذامات احدکم فلا تحبسوه واسرعوا به الی قبره ولیقرأ عند رأسه فاتحة البقر وعند رجلیهما خاتمة البقرة۔ (رواه البیهقی فی شعب الایمان)

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرمؐ سے سنا، آپؐ فرماتے تھے کہ جب تم میں سے کسی کا انتقال ہوجائے تو اسے روک کے مت رکھو جلدی سے اسے قبرستان لے جاکر تدفین کردو، اور اس کے سرہانے سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات اور پائتی آخرت آیات تلاوت کرو۔

آثار السنن کے حاشیہ میں اس روایت کے بارے میں مرقوم ہے کہ یہ روایت اگرچہ موقوف ہے لیکن حکم میں مرفوع کے ہے کیونکہ غیر مدرک بالرائے ہے لہٰذا قابل حجت ہوگی۔

● تیسری روایت:

عن علی رضی اللّٰه عنه مرفوعا من مرعلی مقابر وقرأ قل هو اللّٰه احد احدی عشرة مرة ثم وهب اجره للاموات اعطی من الاجر بعدالاموات اخرجه ابومحمد السمرقندی فی فضائل قل هو الله احد (شرح الصدور: ص ۱۲۳)

(اعلاء السنن: ج ۸، ص ۲۱۱۔ کنز العمال: ج ۸، ص ۱۰۰: دارقطنی عن علی رضی اللہ عنہ)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کا قبرستان پر گذر ہو، اور وہ ''قل ھو اللہ احد'' گیارہ مرتبہ پڑھے پھر اس کا ثواب مردوں کو بخشے تو اس کو ان مردوں کی تعداد کے برابر ثواب ملے گا، اس روایت کو ابو محمد سمرقندیؒ نے قل ھو اللہ احد'' کے فضائل میں روایت کیا ہے۔

● چوتھی روایت:

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم من دخل المقابر ثم قرأ فاتحة الکتاب وقل ھو اللّٰہ احد والھکم التکاثر ثم قال اللھم انی قد جعلت ثواب ما قرأت من کلامک لاھل المقابر من المؤمنین والمؤمنات کانوا شفعاء له الی اللّٰہ تعالیٰ اخرجه ابو القاسم سعدبن علی الذنجانی فی فوائده.

(شرح الصدور:ص۱۲۳،اعلاء السنن:۸/۲۱۱)

کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص قبرستان میں داخل ہو،اس کے بعد سورۂ فاتحہ اور"قل ھو اللہ احد"والھٰکم التکاثر پڑھے،اس کے بعد کہے کہ اے اللہ میں نے جو تیرا کلام پڑھا ہے،اس کا ثواب میں نے اس قبرستان کے مسلمان مرد اور عورتوں کو بخشدیا،تو وہ خدا کے یہاں اس کے شفاعت کریں گے،اس روایت کو ابو القاسم سعد بن علی زنجانیؒ نے اپنے فوائد میں روایت کیا ہے۔

● پانچویں روایت:

عن انس رضی اللہ عنه ان رسول اللہ صلی اللہ وسلم قال من دخل المقابر فقرأ سورة یٰسٓ خفف اللہ عنھم وکان له بعدد من فیھا حسنات. اخرجه عبد العزیز صاحب الخلال بسنده. (شرح الصدور:ص۱۲۳:اعلاء السنن:ج۸،ص:۲۱۱)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:جو کوئی قبرستان میں جائے اور سورہ یس پڑھے حق تعالیٰ شانہ ان مردوں سے عذاب کو ہلکا کردے گا اور پڑھنے والے کے لیے ان مردوں کے عدد کے موافق نیکیاں ہوں گی،اس روایت کو علامہ عبد العزیز صاحبِ خلالؒ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے۔

علامہ سیوطیؒ کی رائے:

قرآن مجید پڑھ کر میت کی روحوں کو بخشنے کے سلسلے میں یہ پانچ روایتیں ہیں ان میں سے اخیر کی تین روایتوں کے بارے میں علامہ سیوطیؒ کی رائے سنیے،اعلاء السنن کے مؤلف نے حاشیے میں لکھا ہے کہ امام سیوطیؒ نے ان تینوں حدیثوں کی نسبت کہا ہے کہ یہ اگر چہ ضعیف ہیں مگر ان سب کے

مجموعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے لیے اصل ہے۔ قال العلامة (السیوطی) وھی وان کانت ضعیفة فمجموعھا یدل علی ان لذلک اصلاً (اعلاء السنن: ج۸، ص۲۱۱)

یعنی کثرت روایات کی وجہ سے ان میں قوت ضرور آ گئی ہے اور یہ روایتیں قابل حجت بن گئی ہیں جیسا کہ آپ حضرات نے ابھی علامہ سیوطیؒ کی تحقیقی رائے پڑھی ہے۔

تھوڑی دیر کے لیے ان تمام روایات کو "علی سبیل التنزل" ضعیف بھی مان لیں تب بھی ایصال ثواب کے بارے میں ان سے استدلال درست ہوسکتا ہے، کیونکہ ایصال ثواب کا عمل بھی تو صرف مستحب ہی ہے اور استحباب پر عمل کرنے کے لیے ضعیف حدیث بھی کافی ہے جیسا کہ محدثین کا قاعدہ ہے کہ ضعیف حدیث کے ساتھ استحباب پر عمل کیا جا سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ حدیث شدید ضعیف نہ ہو جیسا کہ علامہ ابن ہمامؒ نے فتح القدیر کے کتاب الجنائز میں لکھا ہے: والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع انتھی (ترتیب المسائل: ص۱۰۵)

درمختار میں ہے: شرط العمل بالحدیث الضعیف عدم شدة ضعفه۔ (ایضاً ص:۱۰۸)

اعلاء السنن کے حاشیے میں لکھا ہے: قد تکفی بالضعاف فی الفضائل.

● اگر یہ کہا جائے کہ یہ حدیثیں ضعیف ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث ضعیف اگر متفرق اسناد سے مروی ہو تو درجہ حسن کو پہونچ جاتی ہے، اور یہ حدیث کئی طرق سے مروی ہے لہٰذا درجہ حسن کو پہونچ گئی ہے۔

● دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث ضعیف اس وقت حجت نہیں ہوسکتی جب کوئی قوی حدیث اس کے معارض ہو، اور یہاں ایصال ثواب کے نفی میں تو شروع ہی سے کوئی روایت نہیں ہے، اگر ہو تو بتلائیے، قوی تو کیا.......... ضعیف بھی نہیں بتلا سکتے۔

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ:

اس باب میں جمہور اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر قسم کی مالی و بدنی عبادت کا ثواب (بشرطیکہ وہ نفلی ہو) مردوں کو بخشا جا سکتا ہے، البتہ حضرت امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کی رائے

یہ ہے کہ عبادتِ بدنی کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا صرف دعا اور صدقات کا ثواب پہنچتا ہے، لیکن علامہ حافظ سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ کے مسلک کے دیگر محققین نے خود اپنے امام کی اس تحقیق سے اختلاف کرتے ہوئے تسلیم کیا ہے کہ ہر قسم کی مالی و بدنی نفلی عبادت کا ثواب میت کو پہنچایا جا سکتا ہے۔

امام نوویؒ شارح مسلم کی تحقیق:

واما قراءة القرآن فالمشهور من مذهب الشافعی انه لایصل ثوابها الی المیت وقال بعض اصحاب یصل الی المیت وثواب جمیع العبادت من الصلوٰت و الصوم والقراءة وغیر ذلک (شرح مقدمه مسلم)

بہر حال قرآن کریم کی تلاوت کے ذریعہ ایصالِ ثواب کے بارے میں امام شافعیؒ سے مشہور قول یہی منقول ہے کہ اس کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا۔ درانحالیکہ بعضے اصحابِ شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اسی طرح تمام عبادتوں روزوں اور نمازوں اور قرأتِ قرآن کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ (شرح مقدمہ مسلم)

یہی امام نووی شافعیؒ اپنی کتاب شرح المھذب میں لکھتے ہیں: **ویستحب للزائران یسلم علی المقابر ویدعو لمن یزوره ولجمیع اهل المقبرة، والافضل أن یکون السلام والدعاء بماثبت فی الحدیث ویستحب ان یقرأ من القرآن ماتیسر ویدعولهم عقبها نص علیه الشافعی والتفق علیه الا صحاب۔** "کہ قبر کی زیارت کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ جس قدر ہو سکے قرآن کریم کی تلاوت کرے، اس کے بعد اہل قبور کے لیے دعا کرے، امام شافعیؒ نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور اس پر ہمارے اصحاب متفق ہیں"

(المجموع شرح المهذب :۵/:۳۱۱)

اسی طرح امام نووی شافعیؒ "کتاب الاذکار" میں لکھتے ہیں: **ویستحب ان یقعد عنده الفراغ ساعة قدرماینحر جزورا ویقسم لحمها ویشتغل القاعدون بتلاوة القرآن والدعاء للمیت۔** "تدفین کے بعد مستحب ہے کہ قبر کے پاس اتنی دیر بیٹھے رہے جتنی دیر میں

اونٹوں کو ذبح کر کے گوشت کو تقسیم کیا جاتا ہے اور بیٹھنے والوں کو چاہیے کہ قرآن مجید کی تلاوت اور میت کے لیے دعا کرنے میں مشغول رہیں" (الاذکار: ص ۱۴۷)

اسی طرح اسی کتاب کے صفحہ ۱۵۲ پر لکھتے ہیں: **ویستحب للزائر الاکثار من قراءۃ القرآن والذکر والدعاء لا ھل تلک المقبرۃ وسائر الموتی والمسلمین اجمعین** ۔ مستحب ہے قبر کی زیارت کرنے والے کے لیے کہ قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر میں زیادتی (کثرت) کرے اور اس صاحبِ قبر کے ساتھ تمام مردوں اور مسلمانوں کے لیے بھی دعا کرے۔ (الاذکار: ص ۱۵۲)

امام نوویؒ کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ اور ان کے اصحاب فقہ نے خود قرآن مجید کے ذریعہ ایصال ثواب کی صراحت بیان فرمائی ہے اب رہے امام احمد بن حنبلؒ جن سے اس بارے میں جو بدعت کا قول منقول ہے اس سے رجوع بھی ثابت ہے جیسا کہ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں اس کی صراحت فرمائی ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کا اپنے مسلک سے رجوع:

علی بن موسیٰؒ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک جنازہ میں امام احمد بن حنبلؒ کے ساتھ تھا اور محمد بن قدامۃ الجوہریؒ بھی ہمارے ساتھ تھے، پس جب میت کو دفن کر دیا گیا تو ایک نابینا شخص آیا اور قبر کے پاس کھڑے ہو کر قرآن پاک کی تلاوت کرنے لگا، امام احمد بن حنبلؒ نے اس آدمی سے کہا اے فلاں! قبر کے پاس قرآن کی تلاوت کرنا بدعت ہے، پھر جب ہم قبرستان سے نکل کر باہر آگئے تو محمد بن قدامۃ نے امام احمد بن حنبلؒ سے دریافت کیا: اے ابوعبداللہ! مبشر بن اسماعیل حلبیؒ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ امام احمد بن حنبلؒ نے جواب دیا وہ تو ثقہ (قابلِ اعتماد راوی) ہیں، پھر محمد بن قدامۃ نے پوچھا، کیا آپ نے مبشر بن اسماعیل حلبیؒ سے کوئی روایت نقل کی ہے؟ کہا ہاں نقل کی ہے، تب محمد بن قدامۃ الجوہریؒ نے کہا مجھے مبشر بن اسماعیل حلبیؒ نے خبر دی اور ان کو عبدالرحمٰن بن العلا بن اللجلاج نے کہ ان کو ان کے والد نے وصیت کی کہ جب انہیں دفن کر دیا جائے تو ان کی قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر سورۂ بقرہ کی ابتدائی اور اس کی آخری آیتیں پڑھیں، پھر کہا کہ میں نے

حضرت ابن عمرؓ سے اسی طرح کی وصیت فرماتے ہوئے سنا ہے، یہ سن کر امام احمد بن حنبلؒ نے محمد بن قدامۃ الجوہریؒ سے کہا کہ میں نے جس نابینا کو قبر کے پاس قرآن پڑھنے سے منع کیا تھا تم اس سے جا کر کہہ دو کہ وہ "قبر کے پاس" قرآن پڑھے۔

اسی طرح حضرت محمد بن مروزیؒ نے کہا کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم قبرستان میں داخل ہو تو "سورۂ فاتحہ اور معوذتین اور سورۂ قل ھو اللہ احد" پڑھ کر اس کا ثواب تمام قبرستان کے مردوں کو بخش دو کیونکہ اس طرح کرنے سے ان کو ثواب پہنچتا ہے۔ (الاحیا: ص ۳۲۱)

اس تفصیل سے اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے کہ تدفین کے بعد قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر یا قبر کی زیارت کے وقت قرآن مجید پڑھ کر میت کی روح کو ثواب پہنچایا جا سکتا ہے، اب چند محدثین اور فقہاء کی مزید تحقیقات نقل کی جاتی ہیں۔

علامہ شوکانیؒ کی رائے:

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نیل الاوطار میں لکھتے ہیں:

وبقراءۃ یٰس من الولد وغیرہ لحدیث "اقرء واعلیٰ موتاکم یٰس" وبا الدعاء من الولد لحدیث" استغفرو الا خیکم وسلواله التثبیت" ولقوله تعالیٰ "والذین جاء و امن بعد ھم الایۃ وبجمیع مایفعله الولد من اعمال البر لحدیث "ولد الانسان من سعیه" الحدیث (انتھیٰ نیل الاوطار، ص: ۳۳۵، ج: ۳)

اور سورۂ یٰسین کا ثواب بھی میت کو ملتا ہے اولاد کی طرف سے بھی اور غیر اولاد کی طرف سے بھی، اس واسطے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے مردوں پر سورۂ یٰسین پڑھا کرو، اور دعا کا نفع بھی میت کو پہنچتا ہے اولاد کرے یا کوئی اور، یہ بھی حدیث سے ثابت ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی کے لیے مغفرت طلب کرو اور ثبات قدمی کی دعا کرو، اور باری تعالیٰ کے اس قول کی بناء پر **والذین جاؤ و امن بعد ھم** الایۃ اور جو جو کار خیر اولاد اپنے والدین کے لیے کرے سب کا ثواب والدین کو پہنچتا ہے اس واسطے کہ حدیث میں آیا ہے کہ انسان کی اولاد اس کی سعی (محنت) سے ہے۔

امام نووی شافعیؒ کی رائے:

حضرت امام محی الدین نووی شافعیؒ اپنی کتاب "الاذکار" میں نقل فرماتے ہیں:

وروینا فی سنن أبی داؤد فصل والبیھقیٰ باسناد حسن عن عثمان رضی اللّٰہ عنہ قال" کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذافرغ من دفن المیت وقف علیہ فقال استغفروا لأخیکم وسلوا لہ التثبیت فانہ الآن یسئل " قال الشافعی والاصحاب یستحب ان یقرء واعندہ شیئا من القرآن قالوا فان ختموا القرآن کلہ کان حسنا وروینافی سنن البیھقی باسنا د حسن ان ابن عمر رضی اللّٰہ عنھما استحب ان یقرأ علیٰ القبر بعد الدفن أول سورۃ البقرۃ وخا تمتھا۔

امام ابوداودؒ نے اور امام بیہقیؒ نے سند حسن کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، سے روایت نقل کی ہے، جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی میت کی تدفین سے فارغ ہوتے تو وہاں ٹھیرتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کرو اور اس کے لیے ثابت قدمی کی دعا کرو کہ اس سے سوال کیا جانے والا ہے، امام شافعیؒ اور ان کے اصحاب نے فرمایا کہ قبر کے پاس قرآن میں سے کچھ حصہ پڑھنا مستحب ہے، بلکہ اگر پورا قرآن ہی ختم کردے تو بہتر ہے اس دلیل کی بنا پر جسے علامہ بیہقیؒ نے سند حسن کے ساتھ نقل فرمایا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دفن کے بعد قبر کے پاس کھڑے ہو کر سورۂ بقرہ کا اول اور آخر حصے پڑھنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ (الاذکار: ص ۱۴۷)

صاحب لمعات التنقیح کی رائے:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اسی روایت کے بارے میں صاحب لمعات التنقیح شارح مشکوۃ المصابیح لکھتے ہیں:

وعنہ (سلوا لہ بالتثبیت) ای ادعوا لہ بأن یثبتہ اللّٰہ تعالیٰ علیٰ جواب الملکین بالقول الثابت وفیہ دلیل علیٰ ان الدعاء نافع للمیت وفی عقائد اھل السنۃ

والجماعة فی دعاء الاحیاء للاموات نفع لهم وتلقین بعد الدفن شئی اخر غیر الدعاء وهو مستحب عند کثیر من الشافعیة وقد نقل عن بعض اصحا بنا ایضا وقد وردفیه حدیث عن ابی امامة ذکره السیوطی فی جمع الجوامع من حدیث الطبرانی وابن النجاروابن العساکر والدیلمی نقل الطیبی عن سنن البیهقی استحباب قراء ة اول سورة البقروخاتمتها وقد سمعت عن بعض العلمأ انه یستحب.

سلوا له التثبیت :-کا مطلب یہ ہے کہ تم اس میت کے حق میں دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اسے فرشتوں کے سامنے مضبوط دلیل کے ساتھ جواب دہی پر ثابت قدم رکھے،اوراس روایت میں اس بات کی دلیل ہے کہ دعا میت کے لیے نافع ہوتی ہےاور اہل سنت والجماعت کے عقائد میں سے ہے کہ زندوں کا مردوں کے لیے دعا کرنا نفع بخش ہے............تدفین کے بعد دعا کے علاوہ تلقین کرنا (یعنی قرآن پڑھ کر کے بخشنا) یہ الگ مسئلہ ہے جو مستحب ہے اکثر شوافع کے یہاں اور ہمارے بعض اصحاب سے بھی مستحب کا قول ہی نقل کیا گیا ہےاوراس بارے میں حدیث بھی وارد ہوئی ہے جو حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جسے علامہ سیوطیؒ نے "جمع الجوامع" میں طبرانی اورالنجار اورابن العساکراور دیلمی سے نقل کیا ہے،اور علامہ طیبیؒ نے سنن بیہقی سے نقل کیا ہے کہ "تدفین کے بعد قبر کے سرہانے کھڑے ہوکر سورۂ بقرہ کا اول اوراس کا اخیر پڑھنا مستحب ہےاور میں نے خود بعض علماء سے سنا ہے کہ یہ فعل مستحب ہے"(لمعات التنقیح شرح مشکوۃ المصابیح،۱/۲۰۰)

ملا علی قاریؒ کی رائے:

حضرت ملا علی قاریؒ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں:

ورواه ابن ابی شیبة والنسائی والحاکم وابن حبان وأخرج ابن ابی الدنیا والدیلمی عن ابی الدرداؓ عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال مامن میت یقرأ عند رأسه سورة یٰس الا هون اللّٰه علیه، قال ابن حبان المرادبه من حضره الموت و خالفه بعض محققی المتأخرین فأخذ بظاهرالخبر فقال بل یقرأ علیه بعد موته

وهو مسجى وذهب بعض الى انه يقرأ عليه عند القبر ويؤيده خبر ابن عدیؒ وغيره من زار قبر والديه أواحدهما فى كل جمعة فقرأ عند هما يٰس غفرله بعد دكل حرف منها انتهیٰ.

ابن ابی شیبہ اور نسائی اور حاکم اور ابن حبان نے نقل کیا ہے، اسی طرح ابن ابی الدنیا اور دیلمیؒ نے بھی اس کی تخریج کی ہے کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر وہ میت جس کے سرہانے سورۂ یٰسین پڑھی جائے اللہ تعالیٰ اس پر معاملہ کو آسان فرمادیتے ہیں۔

اس حدیث کے بارے میں (۱) ابن حبانؒ نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو قریب المرگ ہو، (۲) اور بعض محقق متاخرین نے اس حدیث کے ظاہر سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ سورۂ یٰسین مرنے کے بعد پڑھی جائے گی جب کہ وہ کپڑے میں لپٹے ہوئے ہو، (۳) اور علماء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ سورہ یٰسین کو میت پر قبر کے پاس پڑھا جاویگا، اور اس آخری معنٰی کی تائید حضرت ابن عدیؒ وغیرہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے، اس میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کوئی اپنے والدین یا ان دونوں کے قبروں کے پاس سورۂ یٰسین پڑھے تو سورہ یٰسین کے ہر ہر حرف کے بدلہ میں اس کی مغفرت کی جائیگی۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۴/۱۶)

علماء احناف کی رائے:

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: **الاصل فى هذا الباب ان الانسان له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلوة كان اوصوما اوصدقة اوغيرها كالحج وقراءة القراٰن اوالاذكار وزيارة قبور الانبياء والشهداء والاولياء والصالحين وتكفين الموتى وجميع انواع البر كذافى غاية السروجى شرح الهداية.**

اس باب میں یہ قاعدہ کلیہ بیان کیا گیا ہے کہ اپنے عمل کا ثواب کسی اور کے واسطے کر دینا جائز ہے چاہے وہ عمل نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا اور کچھ، جیسے حج اور تلاوتِ قرآن اور دیگر اذکار و وظائف

اور انبیاء علیہم السلام، شہداء اور اولیاء کرام صالحین عظام کی قبروں کی زیارت کرنا اور مردوں کو کفن دینا اور کسی بھی قسم کے نیک اعمال کا ثواب پہنچایا جا سکتا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری: ۱/۱۶۶)

اور علامہ حمد اللہ الداجوی نے اپنی کتاب البصائر میں لکھا ہے: **واصل المسئلة صحيح فى من قرأ القراٰن اوسبح اوهلل اوصلّٰى كذاركعة واهدى ثواب ذلك لفلان الحى اوا لميت فان الانسان له ان يجعل ثواب عمله مطلقاعنداهل السنة والجماعة لغيره ميتا كان اوحيا نوىٰ به عند الفعل للغير اويفعله لغيره واماقوله عليه الصلوة والسلام (لايصلى احدعن احد ولا يصوم احد عن احد) فهوفى حق الخروج عن العهدة لافى حق الثواب انتهٰى ۔**

مسئلہ کی صحیح حقیقت یہ ہے کہ کسی شخص نے قرآن مجید کی تلاوت کی ہو یا تسبیح یا تہلیل کی ہو یا نفل نماز پڑھی ہو تو اس کا ثواب کسی زندہ یا مردہ کے نام ہدیہ کر سکتا ہے، کیونکہ انسان کو مطلقاً یہ حق حاصل ہے کہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچائے، خواہ کسی زندہ کے نام پر ہو یا مردہ کے نام پر، خواہ اس عبادت کو ادا کرتے وقت دوسرے کو ثواب پہنچانے کی نیت کرے یا پہلے اپنے لئے پڑھ کر کے بعد میں دوسرے کے ثواب پہنچانے کی نیت کرے، اہل سنت والجماعت کے یہاں یہ تمام صورتیں جائز ہیں اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے نماز نہ پڑھے اور کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے روزہ نہ رکھے تو یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو فرائض ایمان کی ذمہ داری و ادائیگی سے بری و سبکدوش ہونا چاہتا ہے مگر اس کی ادائیگی بجائے خود کرنے کے دوسرے سے کراتا ہو تو یہ شریعت میں قابل قبول نہیں ہے۔

(البصائر: ص ۲۱۲)

الجوہرة النیرة شرح قدوری میں ہے:

ويستحب اذا دفن ا لميت ان يجلسو اساعة عند القبر بعد الفراغ بقدر ما ينحر جزور ويقسم لحمها يتلون القراٰن ويدعون للميت فان فى سنن ابى داؤد كان النبى صلى الله عليه وسلم اذا فرغ من دفن ا لميت وقف علىٰ قبره وقال

استغفروا اللّٰه لا خيكم واسألوا اللّٰه له التثبيت فانه الان يسئل، وكان ابن عمرؓ يستحب ان يقرا علىٰ القبر بعد الدفن اول سورة البقرة و خاتمتها انتهىٰ .

جب میت کی تدفین سے فارغ ہو جائیں تو قبر کے پاس اتنی دیر بیٹھنا مستحب ہے جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے گوشت کو تقسیم کیا جاتا ہے، وہاں بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرے اور میت کے لیے دعا کرے، اس لیے کہ سنن ابوداؤد میں ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی میت کی تدفین سے فارغ ہوتے تو وہاں ٹھہرتے اور فرماتے، اپنے بھائی کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو اور اس کے لیے ثابت قدمی کی دعا کرو کہ اب اس سے سوال کیا جاوے گا، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما دفن کے بعد قبر پر سورۂ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات پڑھنے کو مستحب قرار دیتے تھے۔ (الجوهرة النيرة شرح قدوری:۱۱۱)

امام محمدؒ اور امام احمدؒ کی رائے:

الفقہ الاکبر ص:۱۲۰ پر ہے۔

وقال محمد بن الحسن واحمد فی رواية لا يكره (اى قراءة القران) لماروى عن ابن عمر رضى الله عنهما انه أوصى ان يقرأ علىٰ قبره وقت الدفن بفواتح سورة البقرة وخواتمها انتهىٰ. (الفقہ الاکبر:ص ۱۲۰)

امام محمد بن الحسن اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ مکروہ نہیں ہے (یعنی قبر پر تلاوتِ کلام پاک جائز ہے) اس روایت کی وجہ سے جو عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے کہ انہوں نے وصیت کی تھی کہ تدفین کے بعد ان کی قبر پر سورۂ بقرہ کا اول اور اس کا آخر پڑھا جاوے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ شارحِ مشکوٰۃ کی رائے:

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اشعة اللمعات شرح مشكوة میں لکھا ہے کہ۔

المروی من السنة فی الزیارت السلام علی الموتی والا ستغفار لھم وقرأة القراٰن انتھٰی . (جامع الفتاویٰ:۱/۶۳)

زیارتِ قبور اور اموات کو سلام کرنا ان کے لیے مغفرت طلب کرنے اور تلاوت قرآن مجید کا ثواب مردوں کو پہنچانا سنت سے ثابت ہے۔

اسی طرح صاحب البصائر مولانا حمداللہ الداجوی نے لکھا ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں اس کی صراحت فرمائی ہے کہ قبروں کے پاس قرآن پڑھ کر بخشنے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام کا واقعہ

حضرت مولانا حمداللہ الداجوی نے اپنی مشہور و معروف کتاب "البصائر" میں شیخ عزالدین بن عبدالسلام کا واقعہ نقل فرمایا ہے کہ

شیخ عبداللہ یافعیؒ نے ''روض الریاحین'' میں ذکر کیا ہے کہ شیخ عزالدین ابن عبدالسلام اپنی زندگی میں یہ فتویٰ دیا کرتے تھے کہ میت کو تلاوتِ قرآن کا ثواب نہیں پہنچتا، مگر ان کے انتقال کے بعد جب کسی شاگرد کو خواب میں ان کی زیارت ہوئی تو شاگرد نے ان سے دریافت کیا کہ زندگی میں آپ یہ فتویٰ دیا کرتے تھے کہ تلاوتِ قرآن کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا اب تو مشاہدہ ہو گیا ہوگا؟ اب آپ کی کیا رائے ہے؟ شیخ عزالدینؒ نے جواب دیا میں تو دنیا میں یہ فتویٰ دیا کرتا تھا لیکن یہاں جو اللہ تعالیٰ کے کرم کا مشاہدہ کیا تو اس فتویٰ سے رجوع کر لیا۔ (اشعۃ اللمعات:۱/۷۱۷، البصائر:۲۱۵)

اس طرح کی تصریحات فقہاء کی کتابو میں موجود ہیں گویا اس پر جمہورِ فقہاء وعلماء کبار کا اجماع ہے اور اس پر تواتر کے ساتھ عمل بھی چلا آرہا ہے شریعت نے ایصال ثواب کے لیے کوئی خاص طریقہ متعین نہیں فرمایا کہ صدقہ یا نفل نماز یا روزہ وحج ہی کے ذریعہ ثواب پہنچایا جائے، ایسی کہیں تحدید وتعین نہیں ہے، ہر قسم کی عبادت کے ذریعہ مردوں کو ثواب پہنچایا جا سکتا ہے مثلاً نفلی نماز ،نفلی روزہ، نفلی حج یا ذکر وتسبیح یا صدقہ خیرات کر کے یا مسکینوں محتاجوں کو کھلا کر کے، یتیموں غریبوں کو کپڑا پہنا کر کے یا تلاوتِ کلام پاک کے ذریعہ یا مسجد و مدرسہ بنوا کر کے یا مخلوق کی نفع رسانی کے

لیے کنواں کھدوا کر یا اس قسم کی رفاہی چیزیں بنوا کر یا مساجد و مدارس میں قرآن مجید یا احادیث وفقہ کی کتابیں دے کر یا کوئی کتاب تصنیف کر کے، غرض ہر طرح کی خیر بھلائی کے کام کا ثواب مردوں کی روحوں کو پہنچایا جاسکتا ہے مگر یہ آزادانہ طریقہ پر نہ ہو، اس کے لیے مخصوص وقت یا طریق مختص نہ کیا گیا ہو، اور نہ اس پر معاوضہ لیا گیا ہو۔

اب تک آپ حضرات قرآن مجید پڑھ کر میت کی روحوں کو بخشنے اور تدفین کے بعد قبر پر قرآن کریم پڑھنے کے سلسلے میں فقہائے کبار کے اقوال احادیث کی روشنی میں ملاحظہ فرما چکے ہیں جس پر گویا امت کا اجماع ہے، اس باب میں غیر مقلدین کے انصاف پسند علماء بھی ہمارے ہم خیال ہیں ان کے چند اقوال ملاحظہ کرلیں۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالیؒ کی رائے:

غیر مقلدین کے پیشوا حضرت مولانا نواب صدیق حسن بھوپالیؒ مؤلف "فتح الباب" جس کی تلخیص عبدالمعید سلفی نے "عقیدہ المؤمن" کے نام سے کی ہے اس کتاب کے: ص ۱۱۶، پر لکھ رہے ہیں "ہدیہ ودعا" استغفار، تلاوت اور نماز کا اجر بھی (میت) کو پہونچتا ہے جبکہ یہ سارے کام میت کی طرف سے کیے جائیں، ان کا انکار کرنا شریعت کے مقصد کے خلاف ہے ہاں سوم، چہلم، ششماہی، برسی کرنا بدعت وضلالت ہے۔ (عقیدۃ المؤمن: ۱۱۶)

مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسریؒ کی رائے:

غیر مقلدوں کے ایک اور پیشوا مولانا ابوالوفاءؒ ثناء اللہ امرتسریؒ فتاویٰ ثنائیہ میں لکھتے ہیں:

ھو الموفق :۔ "متاخرین علمائے اہل حدیث میں سے محمد بن اسماعیلؒ نے "سبل السلام" میں مسلکِ حنفیہ کو ارجح بتلایا ہے یعنی یہ کہا ہے کہ قرأتِ قرآن اور تمام عباداتِ بدنیہ کا ثواب میت کو پہنچنا از روئے دلیل کے زیادہ قوی ہے اور علامہ شوکانیؒ نے بھی "نیل الاوطار" میں اسی کو حق کہا ہے مگر اولاد کے ساتھ خاص کیا ہے یعنی یہ کہا ہے کہ اولاد اپنے والدین کے لیے قرأتِ قرآن یا کسی

عبادتِ بدنی کا ثواب پہنچانا چاہے تو جائز ہے کیونکہ اولاد کا تمام عمل خیر مالی ہو یا بدنی اور بدنی میں قرأتِ قرآن ہو یا نماز یا روزہ یا کچھ اور سب والدین کو پہنچتا ہے۔(فتاوی ثنائیہ:۱/۵۳۳)

پھر آگے (۱/۵۳۵) پر لکھتے ہیں۔

"جب علامہ شوکانی" اور محمد بن اسماعیل" امیر کی تحقیق ایصال ثواب قرأتِ قرآن وعبادات بدنیہ کے متعلق سن چکے تو اب اخر میں علامہ ابن النحوی" کی تحقیق بھی سن لینا خالی از فائدہ نہیں"

آپ شرح المنہاج میں فرماتے ہیں:

"ہمارے نزدیک مشہور قول پر قرأتِ قرآن کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا ہے اور مختار یہ ہے کہ پہنچتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ سے قرأتِ قرآن کے ثواب پہنچنے کا سؤال کرے، (یعنی یہ کہے یا اللہ اس قرأت کا ثواب فلاں میت کو تو پہنچا دے) اور اس طرح پر قرأت کا ثواب پہنچنے کا جزم (یقین) کرنا لائق ہے اس واسطے کہ یہ دعا ہے پس جبکہ میت کے لیے ایسی چیز کی دعا کرنا جائز ہے جو داعی کے اختیار میں نہیں ہے تو اس کے لیے ایسی چیز کی دعا کرنا بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا جو آدمی کے اختیار میں ہے اور یہ بات ظاہر ہے دعا کا نفع میت کو بالاتفاق پہنچتا ہے اور زندہ کو بھی پہنچتا ہے، نزدیک ہو خواہ دور، اور اس بارے میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں بلکہ افضل یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کے لیے غائبانہ دعا کرے" (فتاویٰ ثنائیا:۱/ ۵۳۵، فتاویٰ نذیریہ، ۱/ ۴۴۱ تا ۴۴۴)

مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری" کا آخری فتویٰ:

مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری" فتاوی ثنائیہ میں اپنی آخری تحقیقی رائے پیش فرماتے ہیں:

"قرأتِ قرآن سے ایصال ثواب کے متعلق بعدِ تحقیق یہی فتویٰ ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت کر کے ثواب میت کو بخشے تو اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے بشرطیکہ پڑھنے والا خود بغرض ثواب بغیر کسی رسم ورواج کی پابندی کے پڑھے"۔ از مولانا ثناء اللہ: ۹ رجولائی ۱۹۳۷ء۔ (فتاویٰ ثنائیہ:۱/ ۵۳۶)

دیکھئے اہل حدیث کے وہ علماء جن پر ان کے مذہب کی بنیاد قائم ہے حضرت علامہ شوکانیؒ علامہ ابن النحوی" اور مولانا محمد بن اسماعیل امیر"، مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری" اور نواب صدیق حسن

بھوپالی" سب اس مسئلہ پر متفق ہیں کہ قرآن مجید کے ذریعہ ایصال ثواب کرنا احادیث سے ثابت ہے، شرط یہ ہے کہ بلا اجرت ہو اور بلا تعیین وقت ہو، بلا پابندئ رسوم کے ہو، کیوں کہ شریعت نے اس کی اجازت دی ہے ہم بھی تو یہی کہتے ہیں چنانچہ مفتی اعظم ہند فقیہ النفس حضرت مولانا سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری دامت فیوضہم اپنے فتاوی رحیمیہ: ۶/۱۹۲ پر رقم طراز ہیں۔

"خلاصہ یہ ہے کہ رسوم کی پابندی جیسے ناموری وریا کاری، برادری کا دباؤ مخصوص تاریخ یا دن کی تعیین اور لوگوں کو دعوت دے کر اجتماع کا اہتمام والتزام نہ ہو تو میت کے اعزہ واقارب اور احباب ومتعلقین بغرض ایصال ثواب قرآن خوانی کرلیں تو گنجائش ہے منع نہیں۔"

(عینی شرح ہدایہ: ۳/۳۵۶، فتاوی رحیمیہ: ۸/۱۹۲)

خلاصہ:

ان ساری روایات اور فقہاء ومحدثین کی عبارتوں کا خلاصہ یہ نکلا کہ تمام نیک امور کا ثواب خصوصاً قرآن کریم پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کی روحوں کو بخشا جاسکتا ہے، اس پر پوری امت کا تعامل تواتر کے ساتھ چلا آرہا ہے، اگر وہ جنتی ہیں تو ایصال ثواب رفع درجات کا ذریعہ بنے گا اور اگر دوزخی ہیں تو ایصال ثواب کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوجائیگی، مگر شرط یہ ہے کہ اصول شرع کے مطابق ہو۔

تنبیہ:

فی زمانا مسلمانوں میں ایصال ثواب کا جو طریقہ رائج ہے کہیں سے بھی اس کا ثبوت نہیں ملتا، نہ قرآن مجید سے اور نہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ آثار صحابہؓ سے، نہ اقوال سلف صالحین سے، کہ کسی کے مرجانے کے بعد میت کی زیارت کے نام پر مسنون سمجھتے ہوئے اجرت پر دوسرے یا تیسرے روز تلاوت کلام پاک کا ثواب میت کو پہنچایا جاتا ہے اور شیرینی تقسیم کی جاتی ہے، میرے بھائیو! اس طرح کسی دن کی تعیین کرکے پر ایصال ثواب کو ضروری قرار دینا غلط ہے،

اور اجرت پر پڑھوانے کا تو کوئی اجر ہی نہیں ہے، یاد رکھیے اس طرح کرنے سے میت کو کوئی ثواب نہیں ملے گا، کیونکہ فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ اجرت پر قرآن مجید پڑھنے والے کو کوئی ثواب نہیں ملتا، جب پڑھنے والے ہی کو نہیں ملا تو میت کو کیسے ملے گا؟

چنانچہ "ہدایۃ" میں ہے۔

ان القراٰ ن بالا جرۃ لا یستحق الثواب لا لمیت ِ ولا للقاری. — اجرت کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب نہ تو میت کو ملے گا نہ قرآن پڑھنے والے کو۔

یہی نہیں بلکہ اس کے بعد دسواں، بیسواں، چالیسواں، سہ ماہی، ششماہی و برسی کر کے دوسری برسی کو شعبان کی عید میں مردوں کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے، خدا جانے ان لوگوں نے یہ تمام چیزیں کہاں سے نکالی ہیں، حالانکہ یہ تو ہندوؤں کا طریقہ ہے جب کہ اس رسم نے آج مسلمانوں میں عقیدہ کی صورت اختیار کر لی ہے۔

پھر ان ہی لوگوں کو جو جنازہ کی نماز یا زیارت میں شریک ہوتے ہیں تیجہ کی مٹھائی، میوہ جات، دسویں کا نان حلوہ، چہلم برسی کی بریانی کھلائی جاتی ہے، یہ سب بس مردے کے نام پر مزے اڑانا ہے جو ہندوؤں کا طریقہ ہے اس لئے اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

کبیری میں فتاوی بزازی کے حوالہ سے مرقوم ہے:

وفی فتاوی البزازی ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوۃ بقراء ۃ القراٰن وجمع الصلحاء والقراء للختم او لقراء ۃ سورۃ الانعام او الاخلاص ...... والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءِۃ القران لاجل الاکل یکرہ . (کبیری:ص ۵۶۵)

"میت کی تدفین کے بعد پہلے دن اور تیسرے دن اور ہفتہ کے بعد دعوت کرنا اور ان ایام میں کھانے کو قبر کے پاس منتقل کرنا اور قرآن خوانی کے لیے دعوت کرنا، یا سورۂ انعام واخلاص کی تلاوت وختمِ قرآن کے لیے صلحاء وقراء کو جمع کرنا یہ سب کے سب مکروہ افعال ہیں، خلاصہ یہ کہ قرآن خوانی کے وقت دعوت کا اہتمام کرنا مکروہ ہے اور یہ کراہت صرف کھانے کی وجہ سے آئی ہے"

غلط استدلال:

اور مزید برآں یہ کہ ان تمام رسومات کو بجانہ لانے والوں کو اور ان میں شرکت نہ کرنے والوں کو برا کہا جاتا ہے اور ناراضگی کا اظہار کیا جاتا ہے، بعض لوگ جوازِ زیارت و تیجہ کے متعلق دلیل میں وہ حدیث بھی پیش کردیتے ہیں جسے شیخین نے حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو عورت اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کو جائز نہیں کہ کسی کے غم میں تین دن سے زائد سوگ کرے اور بناؤ سنگھار چھوڑ دے ہاں البتہ جس عورت کا شوہر فوت ہوجائے تو اس پر فرض ہے کہ چار مہینے دس دن (یعنی عدت کے ایام) تک سوگ میں رہے اور سنگھار چھوڑ دے"، آپ خود سوچئے اس روایت کا ان حرکتوں کے جواز سے کیا تعلق ہوسکتا ہے؟

مفتی اعظم ہند، فقیہ النفس حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری دامت فیوضہم نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا فتویٰ نقل فرمایا ہے:

"مقرر کردہ دن روز سوم وغیرہ بالتخصیص وا و ضروری انگاشتن در شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نیست، صاحب "نصاب الاحتساب" آنرا مکروہ نوشتہ، رسم وراہِ تخصص بگذارند و ہر روز یکہ خواہند ثواب بروح میت رسانند۔" (مجموعہ فتاویٰ: ۳/ ۶۸، فتاویٰ رحیمیہ: ۸/ ۱۹۲)

"یعنی تیسرے روز یا دیگر ایام کی تخصیص و تعیین اور اسے ضروری اور لابدی سمجھنے کا ثبوت شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں ہے، "صاحب نصاب الاحتساب" نے اسے مکروہ کہا ہے، رسم کے طور پر مخصوص ایام کی تعیین کو ترک کردے اور دوسرے کسی دن میں ایصالِ ثواب کرے۔

معلوم ہوا کہ سادہ انداز سے بلا کسی رسم ورواج کے اور بلا اجرت قرآن خوانی، ذکر، تسبیح وغیرہ کا ثواب اخلاص نیت کے ساتھ میت کی روح کو پہنچائے تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے یقین ہے کہ مرحوم کو ضرور ثواب پہنچے گا، کیونکہ اگر اخلاص نیت کے ساتھ ہو تو کوئی عمل ضائع نہیں ہے، کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔